## "ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا"

### جمیعت علماء اسلام........انتخابی سیاست سے دستبرداری کا فیصلہ

یکم جون کے قومی اخبارات میں خبر تھی........

"جمیعت علماء اسلام کے امیر مولانا فضل الرحمن نے کہا ہے کہ ہماری مرکزی جنرل کونسل اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ جمیعت علماء اسلام ملک میں مروّجہ انتخابی سیاست میں اپنے دستور کے اسلامی مقاصد حاصل نہیں کر سکی اور ایک سازش کے تحت دینی قوتوں خصوصاً جے یو آئی کو اسمبلیوں سے باہر رکھا گیا ہے۔"

جامع مسجد عید گاہ ڈیرہ اسمٰعیل خان میں ایک جلسہ عام میں جنرل کونسل کے فیصلوں کا اعلان کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ..

"پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا لیکن ۵۰ سال سے اس ملک کے جاگیردار، وڈیرے، صنعتکار اور کالے انگریز سیاست دانوں نے اسلام کے عادلانہ نظام سے دور رکھا۔ جے یو آئی نے اسی وجہ سے مروّجہ انتخابی سیاست چھوڑ کر ملک میں پر امن اسلامی انقلاب لانے کے لئے جماعت کو منظم کر کے انقلابی جدوجہد کا فیصلہ کیا ہے۔

علاوہ ازیں جے یو آئی کے مرکزی جنرل سیکرٹری مولانا عبدالغفور حیدری نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا.

"اب وقت آگیا ہے کہ ملک کو بچانے اور یہاں کے مسلمانوں کے مستقبل کو محفوظ بنانے کے لئے "جہادی جذبے" کے ساتھ موجودہ "کافرانہ نظام" (جمہوریت) اور اس کے محافظوں کو ملک سے نکال باہر کرنا ہوگا"۔

(روز نامہ خبریں لاہور یکم جون ۱۹۹۷ء)

جے یو آئی کا تازہ فیصلہ ہمارے لئے کوئی انہونی بات نہیں۔ بالآخر انہیں اسی نتیجہ پر پہنچنا تھا۔ ہمارے جن اکابر نے قیامِ پاکستان کے بعد ہی انتخابی سیاست ترک کر دی تھی ان میں اور جے یو آئی کی موجودہ قیادت میں فرق صرف اتنا ہے کہ انہوں نے حالات و واقعات کے مشاہدہ کے بعد سیاسی بصیرت سے کام لیتے ہوئے بروقت فیصلہ کر لیا تھا جو سو فی صد درست تھا۔ مگر جے یو آئی نے سب کچھ تباہ کر کے سبق حاصل کیا۔ انہیں جمہوریت کے کفر ہونے کا یقین تب ہوا جب وہ خود اسمبلیوں سے باہر بٹھا دئے گئے۔

مجلس احرار اسلام، پاکستان کی واحد دینی جماعت ہے جس نے سب سے پہلے جمہوریت کو کافرانہ نظام قرار دے کر مروّجہ انتخابی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کی۔ مجلس کے قائد جانشینِ امیر شریعت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ اور دوسری تمام قیادت نے تقریباً پینتیس برس صرف اسی جدوجہد میں بتا دئیے اور فکری و نظری اعتبار سے نوجوانوں کی ایک قابلِ ذکر کھیپ تیار کی۔ اس فکر کی آبیاری میں انکی محنت مثالی ہے کہ ان کی جوانیاں اسی جدو جہد میں تحلیل ہو گئیں لیکن ..... اسکی پاداش میں احرار کو سب سے زیادہ مزاحمت جے یو آئی کے قابلِ احترام

بزرگوں اور کارکنوں کی طرف سے پیش آئی۔ اپنے ہی ہم مسلک احباب کی طرف سے جن ذلت آمیز رویوں اور تحقیر آمیز مخالفت کا سامنا کرنا پڑا وہ تاریخ کا کرب ناک باب ہے، درد انگیز کہانی ہے، اور دکھ بھری داستان ہے۔ اختلافِ رائے کرنے کے "جرم" میں مولویوں کے بھروپ میں چند جاہل لونڈوں، اور بعض تقدس مابوں کے کلوخ برداروں اور چوب داروں کی زبان بد لگام سے سید ابوذر بخاری ایسے عالم دین اور نابغۂ عصر کو گالیاں بکوائی گئیں، ان کی شخصی و جماعتی توہین کی گئی......اور اس طرزِ عمل کو حق اور اہلِ حق کا کردار کہا گیا۔ یہی سلوک تھانوی علماء سے کیا گیا۔ خود اپنی جماعت کے امیر حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی رحمہ اللہ کو "پاگل، مجنون اور چندہ مشین" کے القابات سے نوازا گیا۔ یہ نتیجہ تھا جمہوری سیاست کا اور اپنے دوستوں کو چھوڑ کر لادین اور دہریہ قیادت کی رفاقت اختیار کرنے کا۔ لیکن ......یہ سب کچھ نفاذِ اسلام کے عظیم تر مقصد کے لئے بھلایا جاسکتا ہے۔ مگر آہ...... جمعیت نے یہ فیصلہ اس وقت کیا جب خود اسی کے ہاتھوں ایک پوری نسل تباہ ہو چکی ہے۔ جس کے رگ و پے میں جمہوریت رچ بس چکی ہے جسے جمہوریت کی لت پڑ گئی ہے، کیا جمعیت اپنے ہی ہاتھوں برباد کی ہوئی اس نسل کو اپنے تازہ فیصلے پر قائل کر سکے گی؟ وہ مولوی......جنہوں نے اکابر جمعیت کی قیادت و سیادت میں قرآن و حدیث اور فقہ کا سارا علمی زور افلاطون، ارسطو اور جارج واشنگٹن جیسے مشرکوں کی جمہوریت کو اسلام ثابت کرنے پر صرف کیا، جمعیت کی موجودہ قیادت ان کی بولی ٹھولی، اور چھور اور چھن بدل سکے گی؟ ان کا فکری قبلہ درست کر سکے گی؟ یہ بڑا مشکل کام ہے اور بظاہر اس کے آثار بھی نہیں ہیں۔

مجموعی طور پر اس وقت دینی جماعتوں کی سیاسی صورت حال کچھ اس طرح ہے کہ......

مروجہ کافرانہ نظام "جمہوریت" کے ساتھ پچاس سال چلنے کے بعد جماعت اسلامی نے فروری ۱۹۹۷ء کے انتخابات کا بائیکاٹ کیا اور قاضی حسین احمد نے اپنی تقریروں میں اس نظام کی ناانصافیوں کو ہدف تنقید بنایا۔ بائیکاٹ کی ایک وجہ ان انتخابات میں جماعت اسلامی کی عبرت ناک شکست کے واضح آثار اور گزشتہ انتخابات میں وقوع پذیر ہونے والی تاریخی شکست بھی تھی۔ مگر قاضی صاحب ہیں کہ پھر بھی "نفاذِ اسلام بذریعہ جمہوریت" پر ہی مصر ہیں۔ حالانکہ مولانا مودودی نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد جماعت کے انتخابی سیاست میں حصہ لینے کے فیصلے کو خود غلط قرار دیا تھا۔ اور جب جماعت اسلامی کے بعض لوگوں نے انتخابی سیاست کے جواز میں تاویلیں گھڑیں تو مولانا نے جواباً کہا تھا لطف یہ ہے کہ یہ تاویلیں خود میں نے ہی انہیں بتائی تھیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد کی "تنظیم اسلامی"، جمہوریت کی بجائے اسلام کے نظام خلافت کے قیام کے لئے انقلابی جدوجہد پیغام دے رہی ہے۔ بریلوی مکتب فکر کے ڈاکٹر طاہر القادری کی "تحریک منہاج القرآن" ایک ہی انتخاب میں حصہ لینے کے بعد انتخابی سیاست سے الگ ہو چکی ہے۔ اہل حدیث مکتب فکر کی ایک تنظیم "لشکر طیبہ" بھی جمہوریت کو کفر قرار دے کر اس نظام کفر کے خلاف مصروف جہاد ہے۔ اس تنظیم کے امیر پروفیسر حافظ محمد سعید اس حوالے سے بڑی واضح رائے رکھتے ہیں۔ خود جمعیت علماء اسلام کے اپنے ناراض کارکنوں کی ایک بڑی تعداد انتخابی سیاست سے متنفر ہو کر مولانا فداء الرحمن درخواستی اور مولانا زاہد الراشدی کی قیادت میں "پاکستان شریعت کونسل" کے نام سے سرگرم عمل ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کہ مروجہ کافرانہ نظام جمہوریت کا حصہ بننے کی وجہ سے پاکستان کی تمام دینی جماعتیں انتشار و افتراق کا شکار ہوئی ہیں۔ جماعت اسلامی سے "تنظیم اسلامی" اور

"تحریک اسلامی" نے جنم لیا۔ جمیعت علماء اسلام تین حصوں میں تقسیم ہوئی۔ درخواستی گروپ، سمیع الحق گروپ، سپاہِ صحابہ اور اب پاکستان شریعت کونسل اسی انتشار کی واقعاتی اور ناقابل تردید شہادتیں ہیں۔ جمیعت علماء پاکستان میں مولانا شاہ احمد نورانی کی جمہوری سیاست بازی کے نتیجہ میں نیازی گروپ بنا مگر تحریک منہاج القرآن دعوت و تبلیغ اور تعلیم کے محاذ پر مصروف عمل ہے۔ جمیعت اہل حدیث پروفیسر ساجد میر کے "جمہوری" ہونے کی وجہ سے جمیعت علماء اہل حدیث تولد پذیر ہوئی اور اب تیسرا گروپ "لشکر طیبہ" کے نام پر دعوت و ارشاد کے کام میں سرگرم ہے۔ ہمیں یہ تسلیم کرلینے میں نہ تو بخل سے کام لینا چاہیے اور نہ ہی شخصی وقار کا مسئلہ بنانا چاہیے کہ موجودہ اور مروّجہ نظامِ جمہوریت کافرانہ اور مشرکانہ نظام ریاست و سیاست ہے۔ ہماری تباہی اسی نظام کو قبول کرنے سے ہوئی ہے۔ آج یہ نظام دم توڑ رہا ہے اور اسلام زندہ ہو رہا ہے۔ پاکستان میں نفاذ اسلام کی تحریک کا مستقبل روشن نظر آرہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیپلز پارٹی جیسی لادین جماعت کی سربراہ بے نظیر زرداری نے لاہور کی ایک تقریب میں برملا کہہ دیا ہے کہ "ہم انتخابات سے تھک چکے ہیں۔ اب پاکستان میں بھی طالبان آئیں گے۔" عوام جمہوریت کو گالیاں دے رہے ہیں اور حال ہی میں پاکستان کے ناکام ترین لادین سیاست دان ایئر مارشل (ر) اصغر خان کی قیادت میں نام نہاد ترقی پسندوں کی بارہ جماعتوں کے اتحاد کا معرض وجود میں آنا اس بات کی دلیل ہے کہ جمہوریت اور جمہوریت زادے دونوں تباہ ہوگئے ہیں۔ گیدڑوں کی موت آئی ہے اور وہ شہر کو بھاگ رہے ہیں۔ جو جماعت بھی انتخابات میں ناکام ہوتی ہے وہ جمہوری نظام کی ناکامی کا گلہ کر رہی ہے۔ لگتا ہے اب یہاں کوئی نیا تجربہ ہونے والا ہے۔ تاہم جمیعت کے تازہ فیصلے سے یہ بات الم نشرح ہوگئی ہے کہ جمہوریت نے نہ صرف پاکستان کی دینی جماعتوں کو تباہ و برباد کیا ہے بلکہ لادین جماعتیں بھی بار بار کے تجربے کے بعد اس سے مایوس ہوگئی ہیں۔ اور باری باری سب جماعتیں انتخابی عمل اور سیاست سے کنارہ کش ہو رہی ہیں۔ دراصل یہ نظام ہی غیر فطری ہے ہمارے دین، کلچر اور مزاج کے خلاف ہے۔ اسے قبول کر کے وہی کچھ حاصل کیا جاسکتا تھا جو کر چکے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ جماعتیں پاکستان میں "نفاذِ اسلام" کی قدرِ مشترک پر اکٹھی ہو کر ایک قافلہ ترتیب دیں۔ اور سابقہ سیاسی طرزِ عمل کی طرح لادین سیاست دانوں کا بغل بچہ، مغبچہ، یا "ویٹ لفٹر" بننے کی بجائے خود اپنے پاؤں پر کھڑی ہوں۔ اگرچہ یہ ایک خواب ہے لیکن...... اگر یہ سہانا خواب شرمندۂ تعبیر ہوجاتا ہے تو پاکستان میں دینی قوتوں کے تحریکی عمل کی صحیح سمت متعین ہوجائے گی اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو...... ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

## تحریک طالبان ..... اسلامی افغانستان کی معمار

حال ہی میں خبر آئی تھی کہ افغانستان کے چھے شمالی صوبوں پر قابض ازبک ملیشیاء کے کمانڈر جنرل دوستم اپنے ہی ایک دست راست جنرل عبدالمالک کی بغاوت کے نتیجے میں اقتدار سے محروم ہوئے اور فرار ہو کر ترکی پہنچ گئے۔ تحریک طالبان عصر حاضر میں قدرت کا سب سے بڑا اور حیرت انگیز کرشمہ ہے۔ کمیونسٹ روس کے افغانستان پر جارحانہ قبضہ کے بعد گیارہ سال تک کفر و الحاد کے خلاف جہاد کرنے والے افغانی مسلمانوں کی امیدیں اب انہی سے وابستہ ہیں۔ بدقسمتی سے افغانستان سے روس کی واپسی کے بعد یہاں کے جہادی لیڈر، شخصی جنگ کا شکار